عورتوں کے مسائل پر روزنامہ جنگ کے رویہ کا جائزہ (۲۰۰۴-۲۰۰۹)

رفیعہ تاج
شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی

تلخیص المقالہ

موجودہ دور میں ابلاغ کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس حوالے سے دنیا بھر میں مختلف پہلوؤں پر تحقیق ہو چکی ہے خصوصاً میڈیا کے حوالے سے۔ میڈیا کے لوگوں کی نفسیات سے لے کر معاشرے میں تبدیلی کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ بڑے واضح ہیں۔ افراد کی روز مرہ کی زندگی اور سرگرمیاں بڑی حد تک اس کے زیر اثر ہیں جہاں ابلاغ کے مثبت پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں وہیں منفی پہلوؤں کی بھی بھرمار ہے۔ خصوصاً جس طرح سے خواتین کے مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اوّل تو ان کے مسائل سے پہلوتہی کی جاتی ہے اور اگر کسی خبر کو میڈیا کی زینت بنا بھی دیا جائے تو اس خبر کو سنسنی خیز بنانے کے لیے خواتین کی تصاویر کو اس انداز میں شائع کیا جاتا ہے جو کسی اعتبار سے مہذب طریقہ نہیں ہے۔ اس مقالے میں روزنامہ جنگ ۲۰۰۴ اور ۲۰۰۹ میں خواتین کے مسائل پر شائع ہونے والی خبروں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ان رویوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

Abstract

Importance of media can not be neglected in this era. Different researches on different aspects of media are conducted around the globe. Media can change the thinking of people and can change the situation in the society. Daily routine of a person is under the influance of media. Along positive effects of media negative impact of media are also clear specially in reporting of issues related to women. Firstly their problem are marginalized and if reported they are sensationalized portraing picture of women. In this article news and reports related to women issues reported in Daily Jang July 2004 and 2009 are analyzed.

تعارف

ذرائع ابلاغ کی طاقت اور قوت اور رائے عامہ پر اس کے اثرات کے حوالے سے دنیا بھر میں اور پاکستان میں بھی کافی تحقیق ہو چکی ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ میڈیا کے بڑے گہرے اور دوررس اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ ملکی قوانین اور انتظامیہ کی پالیسیوں میں ترمیم و تبدیلیوں سے لے کر ایک عام شہری کے نظریات اور رویئے کو بھی میڈیا تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے۔

رائے عامہ کا تجزیہ کرنے کیلیئے معاشرہ کے ان اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہے جو افراد پر اپنا اثر چھوڑتے ہیں رائے عامہ افراد کی رائے کا مجموعہ ہوتی ہے جب معاشرہ افراد کو اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے تو ظاہر ہے کہ معاشرہ رائے عامہ پر بالواسطہ اثر انداز ہوتا ہے جب ہم معاشرہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد خاندان، اسکول، کالج، دوست احباب، مساجد اور گرجے، اخبارات اور ابلاغ عامہ کے دوسرے ذرائع ثقافتی وسیاسی ادارے اور مختلف نوعیت کی انجمنیں ہوتی ہیں۔[۱]

فی زمانہ ذرائع ابلاغ کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ اور معاشرے میں آنے والی تبدیلیوں سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ معاشرے میں افراد کے باہم براہ راست تعلقات محض سماجی سرگرمیوں تک محدود ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشرے کی عکاسی بڑے پیانے پر ذرائع ابلاغ ہی کرتے ہیں عوام الناس کی تمام تر سرگرمیوں اور مستقبل کے بارے میں ان کے لائحہ عمل کا زیادہ تر دارومدار ابلاغی پیغامات کی تفہیم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔کوئی فرد یا معاشرے کی کوئی اکائی جو اس بات کی خواہاں ہو کہ اسے عوام کی بڑی تعداد جانے بھی سمجھے بھی تو اسے ابلاغ عامہ اور اس کے استعمال پر مہارت وقدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔[۲]

ذرائع ابلاغ عامہ کی طاقت کی کلاسیکی مثال (Richard Nixon) رچرڈ نکسن کی ہے جس کے خلاف واٹر گیٹ اسکینڈل شائع ہوا اور اس کے نتیجے میں حکومت سے انہیں سبکدوش ہونا پڑا اور پھر نکسن نے نہایت ہی عقل مندی سے اسی میڈیا کو استعمال کر کے اپنے خلاف پیدا ہونے والی رائے عامہ کو اپنے حق میں استوار کرلیا۔ ہندوستان میں بوفرز اسکینڈل کے نتیجے میں راجیو گاندھی کی حکومت کو سخت ترین دھچکا پہنچا اور حال ہی میں لال مسجد کے خلاف آپریشن جیسے انتہائی قدم کی ذمہ داری بھی کافی حد تک ذرائع ابلاغ پر عائد ہوتی ہے۔اس مسئلے میں ذرائع ابلاغ عامہ کا حکومت پر بے حد دباؤ تھا بار بار اس کا مطالبہ کیا جارہا تھا کہ حکومت کو اس معاملے میں سخت قدم اٹھانا چاہئے۔ ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ ۷ جولائی ۲۰۰۷ء انصار عباسی کی رپورٹ:

لال مسجد میں خونریزی میں میڈیا کا کردار بے حد اہم رہا ہے اس لئے اس برادری کو اب اس کی سنگین یادوں کو بھلانا نہیں چاہئے،ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ ہم لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے سلسلے میں پچھلے چھ ماہ میں کیا کرتے رہے ہیں اس سانحے پر جشن منانے کا یہ موقع نہیں ہے ہمیں اس بات پر بھی شرم محسوس کرنی چاہئے کہ حکومت کو آخری شوڈاؤن کیلیئے کس نے مجبور کیا تھا۔بعض انگریزی اخبارات تو اپنے تند وتیز اداریوں میں صدر پرویز مشرف پر زور دیتے رہے ہیں کہ لال مسجد جامعہ حفصہ کے طلباء اور مولانا برادران کو صفحہ ہستی سے مٹادیں ان لوگوں کے بارے میں انقلابی ملا، جنونی، طالبانائزیشن، بنیاد پرست، تنگ نظر

اور انتہا پسند جیسی اصطلاحات استعمال کی گئیں جیسے وہ ہمارے ہم وطن بھائی نہیں دشمن ہیں۔[۳] ان تمام مثالوں سے یہ بات عیاں ہے کہ میڈیا ایک بے پناہ قوت رکھنے والا آلہ کار ہے۔ جو سیاسی، سماجی، انتظامی اور عدالتی معاملات پر بھی اثر انداز ہوتا رہا ہے۔

مسئلہ زیر تحقیق

مطبوعہ ذرائع ابلاغ میں خواتین کے بارے میں چھپنے والی خبریں، مضامین، کالم اور اداریے اصل مسائل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ خواتین کے مسائل پر کام کرنے والی تنظیموں اور حقوق نسواں پر تحقیق کاروں نے اپنے تحقیقی مقالوں میں اس پہلو پر خاصی بحث کی ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں خواتین جو دنیا کی آبادی کا نصف سے بھی زیادہ ہیں ابھی تک اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں ان کے مسائل اپنی جگہ جوں کے توں موجود ہیں۔ ہمارا میڈیا آبادی کے نصف سے بھی زیادہ حصہ کو کاروباری مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یعنی اشتہاری مہمات میں سنسنی خیزی، گلیمر اور اشاعت بڑھانے کیلئے خواتین کی تصویروں کا شائع کیا جانا۔

۲۰۰۸ء میں عام انتخابات کا انعقاد، جمہوری حکومت کے قیام اور پارلیمنٹ میں خواتین کی نمایاں نمائندگی کے بعد ابلاغ عامہ کے اس صنفی رویہ میں فرق آیا یا نہیں اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مطبوعہ ذرائع ابلاغ عامہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ملک کے سب سے زیادہ کثیر الاشاعت اخبار روزنامہ جنگ کے ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۹ء کے یکم مارچ تا ۳۱ مارچ کے شماروں کے ادارتی اور خبری صفحات کا مطالعہ کیا گیا۔

طریقہ کار

تجزیہ مشتملات تحقیق کا ایسا طریقہ ہے جو بڑی حد تک چھپے ہوئے مواد کے تجزیئے کیلئے مخصوص ہے۔[۴] لہٰذا مسئلہ زیر تحقیق کے مطالعے کیلئے تجزیہ مشملات کا طریقہ اختیار کیا گیا روزنامہ جنگ خواتین سے متعلق آنے والی خبروں اور ادارتی صفحات میں شامل کالموں، مضامین، خطوط اور اداریوں کا مطالعہ ظاہر مواد (Manifest content) کے اصول کے تحت کیا گیا ہے۔

مارچ ۲۰۰۴ء کے اخبارات کے مطالعہ سے یہ پہلو سامنے آیا ہے کہ ان میں ایک طرح کے ہی موضوع یعنی جرائم کی

خبریں شائع ہوتی ہیں اس کے علاوہ پسند کی شادی، کورٹ میرج، گھر سے بھاگنے والی لڑکی کی تصویری تفصیل اخبار کے پہلے صفحے پر نظر آتی ہے ان خبروں کو مستقل شائع کیا جاتا ہے اور ان کے متعلق نت نئی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر جرائم، عدالتی خبریں اور تشدد کی خبریں نمایاں طور پر اخبار میں شائع کی جاتی ہیں۔(ضمیمہ نمبر ۱)

(جیکب آباد) شوہر نے بیوی کو قتل کر دیا۔ گاؤں والوں کی فائرنگ سے ماں بھی ہلاک۔ یہ صرف ایک کالمی خبر ہے۔ اس خبر کی تفصیل ہمیں نہیں ملتی۔ ایک کالمی خبر ایک لیڈ اور ایک ذیلی سرخی کے ساتھ شائع کی گئی۔ ''کاروکاری کے الزام میں قتل کا خدشہ پسند کی شادی کرنے والے جوڑے کی درخواست پر والدین کی طلبی''۔

پہلے صفحے پر ۲ کالمی خبر شائع کی گئی۔ یہ خبر دراصل وزیر داخلہ مخدوم فیصل صالح حیات کے بیان پر مبنی ہے۔ ''کاروکاری کے نام پر قتل کی روک تھام کے لئے قانون موجود ہے۔ عورتوں کے حقوق کی سب بات کرتے ہیں لیکن قانون سازی کی مخالفت ہو رہی ہے''۔ وزیر داخلہ

ایک اور خبر کاروکاری کے خاتمے کیلئے یاسمین شاہ کا بیان شائع کیا گیا۔ ''کاروکاری کے خاتمے کے لئے قانون سازی ہو رہی ہے'' یاسمین شاہ

مارچ کے شروع میں گڈاپ میں دو بچیوں کا اغواء کے بعد قتل کر دیا گیا۔ اس مسئلے کو سیاسی بنا دیا گیا ہے اور تین سیاسی جماعتیں ایک دوسرے پر ان بچیوں کے قتل کا الزام لگاتی ہیں۔ اخبار میں سیاسی حوالے سے گڈاپ قتل کیس کے بارے میں ہر روز کوئی نہ کوئی خبر شائع ہوتی ہے جو کہ زیادہ تر کسی سیاسی لیڈر کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اخبار کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اخباری رپورٹنگ جانبدار رہی اور اس واقع کی تفصیلی رپورٹنگ نہ ہو سکی۔ پھر یہ کیس عدالت میں چلا گیا اور عدالتی کاروائی کی خبر شائع کی جاتی رہی۔ اگر ادارتی صفحے کی بات کریں تو ان دو معصوم بچیوں کے قتل پر اخبار کوئی شذرہ تک نہ لکھ سکا اور نہ ہی کسی کالم نویس نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔ مارچ ۲۰۰۴ء کے ادارتی صفحات پر دو کالم نویسوں نے مکمل طور پر اس قتل کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی اور ایک دوسرے کی بات کو رد کیا۔ بلکہ اصل مسئلے کو پس پشت ڈال کر فروعات پر بحث کی گئی۔

خواتین کے عالمی دن کے موقع پر جنگ کے پہلے صفحے پر ۳ کالمی خبر "خواتین کے مطالبات" شائع ہوئی یہ خبر ویمن پیس کمیٹی کے تحت منعقدہ سیمینار سے متعلق تھی۔ ''ایک سے زائد شادیوں پر پابندی ہو۔ طلاق پر آدھی جائیداد دی جائے۔ "خواتین کے مطالبات''۔ کچھ مزید خبریں خواتین کی سیاسی سرگرمیوں کے حوالے سے بھی نظر آتی ہیں مثلاً ''(حیدر آباد) خواتین کے مسائل

پر بحث کے لئے مخصوص کئے گئے اجلاس سے خواتین ارکان کا واک آؤٹ‘‘

خواتین پر تشدد ہمارے معاشرے کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس اہم مسئلہ پر کبھی اخبار نے کوئی تحقیقی رپورٹ یا خبر شائع نہیں کی اور نہ اس مسئلے پر کبھی توجہ دی۔ تشدد سے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ’’بیوی پر تشدد اور فحش فلم بنانے کا ملزم ریمانڈ پر پولیس کے حوالے‘‘ عورتوں پر تشدد کے حوالے سے ۱۰ مارچ ۲۰۰۴ءکو زاہدہ حنا نے اپنے کالم زم گرم میں "مرد بھی جنگ میں شریک ہوں" کے عنوان سے اس مسئلے کو اجاگر کیا اور کئی حقائق سے پردہ اٹھایا۔ زاہدہ حنا اپنے کالم میں لکھتی ہیں کہ

’’عورتوں کے خلاف تشدد کا مسئلہ صرف پاکستان اور تیسری دنیا میں ہی نہیں ترقی یافتہ ملکوں، مثال کے طور پر امریکا، یورپ اور جاپان جیسے ملکوں میں عورتوں کو تشدد، بے توقیری اور امتیازی سلوک کا سامنا ہے‘‘۔

اگر ہم پاکستان کی تازہ ترین صورتحال پر ایک نظر ڈالیں تو ایک رپورٹ کے مطابق صرف گزشتہ ایک برس میں سندھ میں ۵۰۰عورتیں کاری قرار دے کر قتل کی گئیں۔ پنجاب میں ۳۶۰ جبکہ سرحد میں ۲۰۴۴عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔

سانحہ گڈاپ کے حوالے سے زاہدہ حنا لکھتی ہیں کہ

’’میمن گوٹھ کا سانحہ مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والوں کے ہاتھوں ہوا اور ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن میں سے شاید دس فیصد اخباروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں نوے فیصد معاملات خاندان کی عزت کے نام پر دبا دیئے جاتے ہیں۔ وہ عورتیں جو کسی الزام میں گرفتار ہوں، تھانوں میں ان کی آبروریزی روزمرہ کا معمول ہے۔ جیل میں جانے والی عورتیں بھی جماعتی، نفسیاتی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔ گھروں اور محلوں میں عورتوں کے خلاف تشدد اور انہیں ہراساں کرنا روزمرہ کا معمول ہے‘‘۔

اسی کالم میں آپ لکھتی ہیں

’’موجودہ حکومت جسے روشن خیال، روادار اور جدید ہونے کا دعویٰ ہے اس کے تمام روشن خیالی کے دعوے عورتوں کے حقوق کے باب میں پانی کے بلبلے ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستانی عورت کے خلاف امتیازی قوانین کو ختم کرنے کیلئے ان کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں‘‘۔ مذکورہ بالا کالم میں زاہدہ حنا نے عورتوں پر تشدد کے مسئلے پر جس طرح اجاگر کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

مشہور کالم نگار جاوید چودھری نے پری گل کی کہانی بعنوان ’’عطیہ‘‘ تحریر کی ہے۔ ’’زندگی نے پری گل کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دیں وہ اپنے ہی جسم کی قید میں قید ہوگئی اس نے اپنے بچوں کیلئے آخری کوشش کا فیصلہ کیا اس نے دس برس کی

یاسمین، بارہ سال کے حارث، آٹھ سال کے جہانگیر اور سات سال کی سونیا کو ساتھ لیا جہانگیرہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھلایا کرایہ اکھٹا کیا اور یکم مارچ کو پشاور آ گئی اور سیدھی ایدھی ویلفیئر ہوم گئی اور اپنے چار بچے عطیہ کر دیئے''۔[۵]

دراصل یہ عورت کی پست ہمتی کی کہانی ہے۔ بظاہر کالم نگار نے ہمدردی اور ناانصافی کی بات کی ہے لیکن قاری پر اس کا اثر یہی پڑتا ہے کہ عورت کم حوصلہ اور کمزور ہے اور اپنے فرائض سے بھاگ رہی ہے۔

مارچ ۲۰۰۴ء میں ہی پسند کی شادی کا کیس جسے اخبار نے شائستہ عالمانی کیس کا نام دیا منظر عام پر آیا۔ اخبار نے اس کیس کو نمایاں طور پر شائع کیا اور اس کیس کی عدالتی کارروائی کی تفصیلات بھی مستقل شائع ہوتی رہی۔ یہ کیس چونکہ پسند کی شادی اور لڑکی کے گھر سے بھاگ جانے پر مبنی تھا اور اس لئے اخبارات نے مکمل کوریج کی۔ اخبارات کے اندرونی صفحات پر جو اغواء اور قتل کی واردات کی خبریں شائع ہوتی ہیں ان کی فالواپ اسٹوری نہیں دی جاتی۔ صرف مذکورہ واقعہ کی رپورٹنگ ایک کالمی خبر یا ایک سطری خبر میں شائع کر دی جاتی ہے۔ فالواپ اسٹوری میں بھی صنفی امتیاز برقرار رکھا جاتا ہے۔

اسی حوالے سے جنگ اخبار کے صفحات میں کشور ناہید نے اپنے کالم بعنوان ''خواب اور خاک کے درمیان'' بہت مکمل تجزیہ پیش کیا ہے۔ ''اخبارات عوام کی رہنمائی نہیں بلکہ ان کی رائے کی تقلید کرتے ہیں اور یوں وہ تین سطح پر اسکا اظہار کرتے ہیں۔ پہلے وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ پھر بلاتبصرہ ان کی باتیں رپورٹ کرتے ہیں اور آخر میں واضح طور پر ان کی دلالت کرتے ہیں ہم خواتین کے حقوق کے سلسلے میں ابھی پہلی منزل پہ ہیں''۔

ہمارے ذرائع ابلاغ، ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ کی طرح عورتوں سے متعلق واقعات کو شائع کرتے ہیں لیکن بنیادی مسائل کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ مسائل کی فلسفیانہ توضیح سے گریز کا ایک یہی صائب طریقہ ہے۔

پاکستان کی قومی سطح پر نمائندگی کرنے کا دعویٰ کرنے والا واحد روزنامہ جنگ اخبار بھی کچھ اسی حالت کا شکار ہے۔ اخبار کا ایک صفحہ جو کہ ''صحت، تعلیم اور خواتین'' کے نام سے چھپتا ہے۔ اس میں برائے نام ہی عورتوں کی خبریں شامل ہوتی ہیں۔ زیادہ تر تقریبات، ورکشاپس اور NGOs کی خبریں شامل کی جاتی ہیں عورتوں کے بنیادی مسائل کے حل اور ان میں شعور اور آگہی پیدا کرنے کیلئے کوئی اہم کوشش نہیں کی جاتی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شہری خواتین کی نمائندگی اخبارات میں حد درجہ کم ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں دیہی عورتوں کے مسائل اور حالات کا علم اخبارات کی رپورٹوں سے ہو سکے۔ جنگ اخبار میں اگر دیہی عورتوں کے متعلق کوئی خبر ہوتی بھی ہے تو وہ زیادہ تر اغواء، قتل، یا کاروکاری جیسی واردات پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان واقعات کو

بھی بس خبروں کی حد تک اخبار میں رسائی ملتی ہے لیکن ان مسائل کے حل کیلئے اخبارات اپنا کردار ادا نہیں کرتے جو کہ افسوس ناک امر ہے۔ ۲۰۰۹ء مارچ کے اخبار کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ واقعات جن میں سنسنی خیزی ہو وہ بڑھا چڑھا کر پیش کیے جاتے ہیں اور نمایاں طور پر انہیں شائع کیا جاتا ہے لیکن عورتوں کے حقوق، مسائل اور ان کے حل کے لیے کوئی خاطر خواہ ذکر نہیں آتا۔ خبروں میں جرائم کی خبروں کی شرح سب سے زیادہ ہے سیاسی خبروں اور سیمیناروں کی رپورٹس جو کہ خواتین سے متعلق ہوں وہ بھی اخبار کی زینت بنتی ہیں۔

۲۰۰۹ء مارچ کا ایک جائزہ

جیسے کہ یہ بات سب کے علم میں ہے کہ ہمارے اخبارات کا موضوع صرف خبروں کے گرد گھومتا ہے۔ مارچ میں چونکہ ملک میں سیاسی تبدیلی کے امکانات پیدا ہو رہے تھے چیف جسٹس کی معزولی اور بحالی کا مسئلہ درپیش تھا مارچ ۲۰۰۹ء کے اخبارات کا مطالعہ کیا گیا تو صرف چیف جسٹس ہی زیرِ موضوع رہے اور رہی سہی کسر اخبار کے اشتہار نے پوری کی۔ خواتین لیڈروں کے بیانات بھی نمایاں طور پر شائع ہوئے۔ اندرونی صفحات سندھ اور حیدرآباد سے میں خواتین کے قتل، اغواء کی خبریں ہی شائع ہوتی رہی۔

۸ مارچ خواتین کے عالمی دن کے موقع پر بھی ادارتی صفحے میں اس دن کی مناسبت سے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی عورتوں کے مسائل کے حوالے سے اخبار جنگ نے کوئی تحقیقاتی رپورٹ شائع کی۔ چند ایک جرائم کی خبروں کے علاوہ ادارتی صفحہ عورتوں سے متعلق مضامین سے عاری تھا۔ (ضمیمہ نمبر۲)

ذرائع ابلاغ ایک ایسی قوت ہیں جن کا کام معاشی صورتحال کی عکاسی نہیں ہوتا بلکہ معاشرے میں موجود مسائل کی نشاندہی، انکی وجوہات اور ان کے حل سے متعلق بحث کیلئے پلیٹ فارم مہیا کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ کسی معاشرے میں عورت کا مقام اور تصور کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس معاشرے، اس ملک اور علاقے کے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی سے ہونے والے پروگراموں کے مجموعی جائزے سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ کو بہتر طریقے پر استعمال کر کے عورت میں خود آگاہی اور شعور بیدار کیا جاسکتا ہے تاکہ عورت معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔

ملک کے سب سے بڑے اخبار روزنامہ جنگ کا جائزہ لیا گیا تو یہ بات سامنے آئی اخباری پالیسی کے مطابق ''صحت تعلیم اور خواتین'' کے نام سے ایک پورا صفحہ مختص کیا گیا ہے لیکن اس صفحے میں مکمل طور پر خواتین کے مسائل کا احاطہ نہیں کیا جاتا۔

۲۰۰۹ء کے جنگ کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس صفحے میں بھی عام طور پر سیمینارز کی خبریں زیادہ دی جاتی ہیں۔ چونکہ صحت اور تعلیم سے متعلق خبریں بھی اس صفحے پر جگہ پاتی ہیں اس لئے عورتوں کی خبریں برائے نام ہی ہوتی ہیں اخبار میں شائع ہونے والی خبروں کے رجحان کا تجزیہ کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ اگر عورت جرم میں ملوث ہو، ہیروئن اسمگل کرنے قتل کی واردات، اغواء اور لڑکیوں کا گھر سے بھاگ جانا اور پسند کی شادی کی تفصیلی خبریں تصویروں کے ساتھ پہلے صفحے پر نظر آتی ہیں۔ قتل، اغواء اور زیادتی کی خبریں تو شائع کردی جاتی ہیں لیکن ان تمام ناانصافیوں کے خلاف کوئی بھرپور آواز نہیں اٹھائی جاتی نہ ہی ان تمام مسائل کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذرائع ابلاغ معاشرے کا آئینہ ہوتے ہیں اور وہ وہی دکھاتے ہیں جو معاشرے میں رونما ہوتا ہے لیکن صورتحال اس کے برعکس ہے ہم وہی دیکھنے اور پڑھنے پر مجبور ہیں جو ذرائع ابلاغ ہمیں دکھانا اور پڑھانا چاہتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو تجزیاتی جائزہ اور تبصرہ ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۹ء کے اخبارات کے مطالعے کے بعد پیش کیا جارہا ہے ایسا ہی تبصرہ ۱۹۹۵ء میں اسلام آباد میں وزارت اطلاعات ونشریات کے زیر تحت ہونے والے ایک سیمینار میں پڑھا گیا جس کا عنوان تھا ''ذرائع ابلاغ کا صنفی رویہ'' ملاحظہ ہو:

''ملک میں شائع ہونے والے رسائل اور اخبارات کا ۷۴ فیصد اردو میں شائع ہوتا ہے اور ہمارے نچلے متوسط طبقے میں اردو کے رسالے اور اخبار پڑھے جاتے ہیں۔ اس بات کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم جب اردو میں چھپنے والی خبروں، تجزیوں اور تبصروں کا جائزہ لیتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ عورتوں کے حقیقی مسائل اور ان کی اندوہناک صورتحال کے بارے میں اردو پریس کا رویہ نہایت تاجرانہ، سفاکانہ اور معاندانہ رہا ہے ہمارے ننانوے فیصد اردو اخبارات اور جرائد جس عورت کی تصویر کشی کرتے ہیں وہ پاکستان کی حقیقی عورت سے ذرا سی بھی مطابقت نہیں رکھتی اور نہ پاکستانی عورت پر ٹوٹنے والی قیامتیں اردو پریس کے بڑے حصے کا کوئی مسئلہ ہیں۔ وہ پاکستانی عورت جو بھیانک جنسی استحصال، گھریلو تشدد اور صنفی بنیادوں پر امتیازات کا شکار ہے۔ اس کے مسائل چٹ پٹی اور سنسنی خیز خبروں کے طور پر شائع کیے جاتے ہیں۔ مصیبت کا شکار ہونے والی عورت کے مسئلے کو اُجاگر کرنے کے بجائے ان کا مقصد اخبار کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے''۔[۶]

پروفیسر شاہدہ قاضی کا تجزیہ جو ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا اس میں بھی یہ تاثر ملتا ہے۔ ''خواتین پر ایک اور عالمی دن آیا اور

گزر گیا ہر سال کی طرح فائیو اسٹار ہوٹلوں میں سیمینار منعقد ہوئے۔ملک کی معروف بیگمات شریک ہوئیں۔کاروکاری اور حدود آرڈیننس پر گفتگو ہوئی۔عورتوں کے مظالم کے خلاف مذمت کی گئی۔دیہی خواتین کی بنائی ہوئی اشیاء کی نمائش ہوئی۔اعلیٰ گھرانوں کی خواتین نے خریداری کی اور سب کچھ جیسا تھا ویسا ہی رہا یعنی خواتین کے معاملات میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا''۔[۷]

اخبارات کو سنجیدگی کے ساتھ اپنے اس رویے پر غور کرنا چاہئے ایک منظّم اور تہذیب یافتہ معاشرے کی بنیاد کے لئے ضروری ہے کہ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ اپنے اس غیر منتقی اور غیر منصفانہ رویے کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں اس کا ثبوت پیش کریں کہ ذرائع ابلاغ ایک سماجی ادارہ ہیں جو ذرائع بڑی بڑی قوتوں کا رخ موڑ سکتے ہیں وہ انسانیت کی خدمت بھی کر سکتے ہیں۔اور عورتوں کے حقوق اور ان کے احترام کے سلسلے میں رائے عامہ کو بھی ہموار کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ زاہد ملک،تعلقات عامہ،پرنٹاپ پرنٹرز،۱۹۷۱ء،صفحہ نمبر ۵۵۔

۲۔ Melvin L Defleur & Everette Dennis،تدوین و ترجمہ روبینہ یاسمین،تعارف ابلاغ عامہ،مطبوعاتی ابلاغ،شعبہ ابلاغ عامہ،۲۰۰۰،صفحہ ۳۵۲۔

۳۔ روزنامہ جنگ کراچی،منگل ۱۷ جولائی،۲۰۰۷ء

۴۔ پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد زبیری،تحقیق کے طریقے،فضلی سنز،۲۰۰۲ء،صفحہ نمبر ۱۰۸

۵۔ جاوید چودھری،زیرو پوائنٹ،روزنامہ جنگ،۶ مارچ ۲۰۰۴ء

۶۔ زاہدہ حنا،عورت زندگی کا زندان،،شہزاد پبلشرز ۲۰۰۴ء،صفحہ نمبر ۱۳۴۔

۷۔ شاہدہ قاضی،شاہدہ قاضی پبلشرز،بلیک وائٹ اینڈ گرے،۲۰۰۵ء،صفحہ نمبر ۶۹

۸۔ روزنامہ جنگ،۲۰۰۴ء یکم تا ۳۱ مارچ

۹۔ روزنامہ جنگ،۲۰۰۹ء یکم تا ۳۱ مارچ

ضمیمہ جات

مارچ ۲۰۰۴ء

۱۔ کاروکاری کے الزام میں قتل کے خدشہ پسند کی شادی کرنے والے جوڑے کی درخواست پر والدین کی طلبی۔
۲۔ طالبہ کے ساتھ زیادتی کی کوشش مقدمے میں روپوش طالب علم گرفتار
۳۔ پردہ بالغ مسلمان عورت پر فرض ہے۔
۴۔ خواتین کی شمولیت کے بغیر میڈیا نامکمل ہے، فریحہ رزاق
۵۔ بیوی کے قتل کے مجرم کو سزائے موت کالعدم
۶۔ خواتین میں شعور پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ (سیاسی خبر)
۷۔ ایک کالم خبر شائع ہوئی ۷ سالہ بچی آمنہ کے قتل کے الزام میں گرفتار ملزم کا جسمانی ریمانڈ۔

مارچ ۲۰۰۹ء

۱۔ بھائی نے بہن اور ایک شخص کو ہلاک کر دیا۔
۲۔ لڑکی کے اغواء کی واردات
۳۔ عورت کے لئے ملازمت کے مواقع سیاسی بیان
۴۔ ۸ سالہ بچی سے زیادتی کی خبر
۵۔ محبت کا تنازع دو افراد ہلاک
۶۔ جامعہ کراچی میں ڈے کیئر سینٹر
۷۔ شیری رحمٰن کا بیان سیاسی خبر
۸۔ عورت جھلس کر ہلاک

ڈاکٹر رفعیہ تاج، شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی میں چیئر پرسن اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی ہیں۔